کاروباری دنیا میں جھگڑوں کے بنیادی اسباب اور اُن کا حل

مولانا سید انور شاہ
جامعہ بیت السلام، کراچی

ہمارے سماج میں آپس کی رنجشوں، نفرتوں، جھگڑوں اور تنازعات کا جو سلسلہ چل رہا ہے، ان کی تہہ میں اگر دیکھا جائے، تو ان کے اسباب میں سے ایک بنیادی سبب کاروباری معاملات کو صاف اور واضح نہ رکھنا ہے، چنانچہ روپیہ، پیسہ، زمین و جائداد اور دیگر مالی معاملات کو صاف نہ رکھنے کی وجہ سے بعض اوقات جو جھگڑے اور عداوت پیدا ہوتی ہے، وہ کئی پشتوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے، اور پرانے تعلقات کو دیکھتے ہی دیکھتے بھسم کرڈالتی ہے، اور اس کی وجہ سے بڑی مثالی دوستیاں آن کی آن میں دشمنیوں میں تبدیل ہوجاتی ہیں۔ وجہ وہی زر، زمین اور بزنس کے معاملات کا ابہام اور واضح نہ ہونا ہوتا ہے، حالانکہ اسلام نے معاملات کی صفائی کی طرف خاص توجہ دلائی ہے کہ جو بھی معاملہ کیا جائے، خواہ وہ قریب ترین رشتہ دار، بھائیوں کے درمیان ہو، باپ بیٹے کے درمیان ہو، شوہر اور بیوی کے درمیان ہو، غرض کسی بھی شخص اور فرد کے ساتھ جو بھی معاملہ ہو، وہ بالکل واضح اور بے غبار ہونا چاہیے۔ اس میں ایسا ابہام نہیں ہونا چاہیے جو آئندہ کسی تنازع اور جھگڑے کا باعث ہو، اسی لیے خرید وفروخت کی ایسی تمام صورتوں کو منع کیا گیا ہے جس میں فروخت کی جانے والی چیز، ادا کی جانے والی قیمت، سامان کی سپردگی کے مقام اور اُدھار کی صورت میں قیمت یا ادائیگی کا وقت مبہم ہو، تجارت کے بہت سے احکام اسی اصول پر مبنی ہیں، اس لیے شرعی نقطۂ نظر سے جو معاملات کسی بھی پہلو سے ابہام کی وجہ سے آئندہ کسی نزاع کا سبب بن سکتے ہیں وہ درست نہیں ہوں گے۔

آپس میں بھائیوں کی طرح رہو، مگر معاملات اجنبیوں کی طرح کرو

معاملات کے باب میں اہلِ علم حضرات لکھتے ہیں: ’’آپس میں بھائیوں کی طرح رہو، لیکن لین دین کے معاملات اجنبیوں کی طرح کرو۔‘‘ (التمثیل والمحاضرة للثعالبي) مطلب یہ ہے کہ روزمرہ کی زندگی میں ایک دوسرے کے ساتھ ایسا برتاؤ اور حسنِ سلوک کرو، جیسے ایک مخلص بھائی کو دوسرے بھائی کے ساتھ کرنا

چاہیے، جس میں ایثار، محبت، شفقت، مروت، رواداری، تحمل اور انسانیت کا جذبہ ہو، لیکن جب روپے پیسے اور تجارت ونفع کے لین دین، جائداد کے معاملات اور شرکت وحصہ داری کا معاملہ آجائے، تو اچھے تعلقات کی حالت میں بھی انہیں اس طرح انجام دو، جیسے دو اجنبی افراد انہیں انجام دیتے ہیں کہ معاملہ کا ہر پہلو اور بات صاف اور واضح ہو، نہ کوئی پہلو مبہم رہے، اور نہ معاملہ کی حقیقت میں کوئی اشتباہ باقی رہے۔

اگر محبت، اتفاق اور خوشگوار تعلقات کی حالت میں اس اصول پر عمل کرلیا جائے، تو بعد میں پیدا ہونے والے بہت سے فتنوں اور جھگڑوں کا سدِ باب ہوجاتا ہے، لیکن افسوس ناک صورت یہ ہے کہ ہمارے معاشرے میں اس اصول کو یکسر نظر انداز کیا جاتا ہے، جس کی ایک واضح صورت ہمارے معاشرے میں یہ ہے:

کاروبار میں والد کے ساتھ اولاد کی شرکت

ہمارے ہاں تجارت وکاروبار میں عام طور پر یوں ہوتا ہے کہ ایک شخص نے کاروبار شروع کیا، اس وقت اس کے بچے چھوٹے تھے، رفتہ رفتہ کاروبار بھی بڑھا اور بچے بھی بڑے ہوکر اپنے والد کے ساتھ زندگی بسر کرتے ہیں، ان کے کاروبار میں پورے طور پر معاونت کرتے ہیں، اس کاروبار کو اپنا کاروبار تصور کرتے ہیں اور حسبِ استطاعت اس کو ترقی دینے کی بھرپور کوشش کرتے ہیں، والد اُن کی جملہ ضروریات کی مکمل کفالت کرتا ہے اور جب تک حالات خوشگوار رہتے ہیں، ان کی یہی خواہش ہوتی ہے کہ یہ مشترکہ نظام برقرار رہے، لیکن جب والد کی زندگی میں یا ان کے انتقال کے بعد اس کاروبار کی تقسیم کا مسئلہ سامنے آتا ہے، تو بڑے لڑکوں کو یہ احساس ہوتا ہے کہ کاروبار میں چھوٹے بھائیوں کی بنسبت ان کا تعاون زیادہ رہا ہے، اس لیے اسی تناسب سے انہیں زیادہ حصہ ملنا چاہیے، پھر جب تمام بھائیوں کے درمیان کاروبار کی مساوی طور پر تقسیم کی بات ہوتی ہے تو ان کے احساس کو ٹھیس پہنچتی ہے، اور وہ اس میں اپنی حق تلفی محسوس کرتے ہیں، جس کے نتیجے میں بھائیوں کے درمیان فاصلے بڑھنے لگتے ہیں، یوں قریبی رشتہ داروں کے درمیان نفرت کی دیوار قائم ہوتی ہے اور بات مقدمہ بازی اور خون بہانے تک پہنچ جاتی ہے، اس لیے ہونا یہ چاہیے کہ اگر کسی کاروبار میں والد کے ساتھ ان کے بچے بھی شریک ہوں، تو جس وقت وہ شریک ہوں اسی وقت یہ طے ہونا چاہیے کہ اس کاروبار میں ان کی شرکت کس حیثیت سے ہے؟ کیا وہ اس میں پارٹنر ہیں؟ یا ان کی حیثیت ملازم کی ہے؟ یا وہ محض اپنے والد کے معاون ومددگار ہیں؟ لیکن جس وقت لڑکے والد کی خواہش پر کاروبار میں عملی طور پر شریک ہوجاتے ہیں، تو اس وقت معاملہ کو واضح کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی جاتی، چنانچہ ہر شخص اپنی خواہش یا ضرورت کے مطابق کاروبار کی آمدنی استعمال کرتا رہتا ہے۔ اگر کسی وقت کوئی شخص یہ تجویز پیش کرے کہ کاروبار میں حصہ یا تنخواہ وغیرہ متعین کرلینی چاہیے، تو اسے محبت، اتفاق اور غیرت کے خلاف سمجھا جاتا ہے۔ لیکن حقیقت یہ

ہے کہ اس طرح کے کاروبار کا انجام اکثر وبیشتر یہ ہوتا ہے کہ دل ہی دل میں ایک دوسرے کے خلاف نفرتیں اور رنجشیں پرورش پاتی رہتی ہیں، خاص کر جب تقسیم کا مرحلہ آتا ہے، تو ہر شخص یہ سمجھتا ہے کہ میرے ساتھ ظلم ہوا ہے۔ دوسرے نے کاروبار سے زیادہ فائدہ اُٹھایا ہے۔ اندر ہی اندر ان رنجشوں کا لاوا پکتا رہتا ہے اور بالآخر جب رنجشیں بدگمانیوں کے ساتھ مل کر پہاڑ بن جاتی ہیں تو یہ آتش فشاں پھٹ پڑتا ہے۔ محبت واتفاق کے سارے دعوے دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں۔ زبانی تو تکار سے لے کر لڑائی، جھگڑے اور مقدمہ بازی تک کسی کام سے دریغ نہیں ہوتا۔ بھائی بھائی کی بول چال بند ہو جاتی ہے، ایک بھائی دوسرے کی صورت دیکھنے کا روادار نہیں رہتا، جس کے قابو میں کاروبار کا جتنا حصہ آتا ہے وہ اس پر قابض ہو کر عدل وانصاف کا جنازہ نکال لیتا ہے۔ اپنی نجی مجلسوں میں ایک دوسرے کے خلاف الزامات، بدزبانی اور بدگمانی جیسے خطرناک گناہوں کا سلسلہ چل رہا ہوتا ہے۔ چونکہ سالہا سال مشترکہ کاروبار کا نہ کوئی اصول طے تھا اور نہ حساب وکتاب کا خیال رکھا گیا ہوتا ہے، اس لیے بسا اوقات اختلاف کو ختم کرنے کے لیے افہام وتفہیم کی بھی کوشش کی جائے تو بھی مصالحت کا کوئی ایسا فارمولا وضع کرنا انتہائی دشوار ہو جاتا ہے جو تمام متعلقہ فریقوں کے لیے قابلِ قبول ہو۔

معاملہ کرتے وقت کن پہلوؤں کو واضح کرنا ضروری ہے؟

یہ سارا فتنہ وفساد اس وجہ سے پیدا ہوتا ہے کہ کاروبار کے آغاز میں معاملہ صاف اور واضح نہیں رکھا تھا۔ اگر شروع ہی میں یہ بات واضح کی جائے کہ کس کی کیا حیثیت ہے؟ آیا وہ ملازمت کے طور پر کام کر رہا ہے؟ یا شرکت اور تعاون کے طور پر؟ تو بعد میں پیش آنے والی پیچیدگیوں اور جھگڑوں کا سدِ باب ہو جائے، لہٰذا اگر کسی کاروبار میں ایک سے زیادہ افراد کام کر رہے ہیں، تو پہلے ہی مرحلے میں ان میں سے ہر شخص کی حیثیت کا تعین ضروری ہے کہ وہ تنخواہ پر کام کرے گا؟ یا کاروبار میں باقاعدہ حصہ دار ہوگا؟ یا محض اپنے والد کی معاونت کرے گا؟ پہلی صورت میں اس کی تنخواہ متعین ہونی چاہیے، نیز یہ وضاحت بھی کر لی جائے کہ وہ کاروبار کا حصہ دار نہیں ہوگا۔ دوسری صورت میں اگر اسے ملکیت میں باقاعدہ حصہ دار بنانا ہے تو اس کے لیے شرعاً یہ بھی ضروری ہے کہ اس کی طرف سے کاروبار میں کچھ سرمایہ شامل ہونا چاہیے (جس کی صورت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ باپ اسے کچھ نقد رقم ہبہ کر دے اور وہ اس رقم سے کاروبار کا فیصد کے اعتبار سے ایک متعین حصہ خرید لے اور فیصد کے اعتبار سے نفع کی تعیین بھی کر لے۔ یہ تمام تفصیلات تحریری طور پر ایک معاہدہ کی شکل میں محفوظ کر لینی چاہیے، تاکہ بعد میں کوئی اُلجھن پیدا نہ ہو۔

اگر کسی ایک حصہ دار کو کاروبار میں وقت اور کام زیادہ کرنا پڑتا ہو، تو یہ بات بھی طے کر لینی چاہیے کہ زیادہ کام وہ رضا کارانہ طور پر کرے گا؟ یا اس کا کوئی معاوضہ اسے دیا جائے گا؟ اگر کوئی معاوضہ دیا جائے گا تو وہ

نفع کے فیصد حصے میں اضافہ کرکے دیا جائے گا، یا الگ سے متعین تنخواہ کی صورت میں؟ غرض ہر فریق کے تمام امور وحقوق اتنے واضح ہوں کہ ان میں کوئی ابہام واشتباہ باقی نہ رہے۔

معاملات کی صفائی کو محبت، اتفاق اور غیرت کے خلاف سمجھنا دھوکا ہے

اگر بالفرض کسی کاروبار میں اب تک ان باتوں پر عمل نہ کیا گیا ہو، تو جتنی جلدی ہوسکے ان امور کو واضح طور پر طے کرلیا جائے۔ اس میں کسی شرم، مروت اور طعن وتشنیع کو آڑے نہ آنے دینا چاہیے۔ معاملات کے متعلق اس صفائی اور وضاحت کو محبت، اخوت، احترام اور اتحاد واتفاق کے خلاف سمجھنا بہت بڑا دھوکہ ہے، ورنہ آگے چل کر یہ محبت واتحاد عداوت میں تبدیل ہوسکتی ہے۔

والد کے کاروبار میں شرکت کے متعلق اہم مسائل

آج کل دارالافتاؤں میں اس طرح کے مسائل کثرت سے آتے ہیں، خاص کر جب میراث کی تقسیم کا مرحلہ سامنے آتا ہے، تو اس وقت اس طرح کے تنازعات کثرت سے پیش آتے ہیں، چوں کہ میرا تعلق بھی دارالافتاء سے ہے اور فتوی کے کام سے منسلک ہوں، اس لیے میں نے مناسب سمجھا کہ شرعی نقطۂ نظر سے ان مسائل کو تفصیل سے لکھ دوں، تاکہ ان مسائل سے آگاہ ہوکر ہم سب اس پر عمل پیرا ہوسکیں، چنانچہ اس سلسلے میں عرض یہ ہے کہ شریعت کا اصل حکم تو وہی ہے کہ کاروبار کے شروع ہی میں ہر ایک کی حیثیت کا تعین کرلینا چاہیے اور معاملہ ہر پہلو سے واضح کردینا چاہیے۔

کاروبار میں شریک اولاد باپ کے زیرِ کفالت ہو

تاہم اگر معاملہ کو ابتدا میں ویسی ہی چھوڑ دیا تھا، کسی چیز کی وضاحت نہیں ہوئی تھی، تو اس پس منظر میں پہلا مسئلہ یہ ہے کہ اگر والد نے اپنے سرمائے سے کاروبار شروع کیا، بعد میں اس کے لڑکوں میں سے بعض والد کی خواہش پر کاروبار میں شریک ہوگئے، مگر انہوں نے الگ سے اپنا کوئی سرمایہ نہیں لگایا اور والد نے بھی ایسے لڑکوں کی کوئی حیثیت متعین نہ کی ہو، تو اگر یہ لڑکے والد کے زیرِ کفالت ہوں، تو اس صورت میں لڑکے والد کے معاون شمار کیے جائیں گے، اور ان کی طرف سے یہ عمل تبرُّع شمار کیا جائے گا۔ ان کی حیثیت پارٹنر یا ملازم کی نہیں ہوگی، ہمارے ہاں عرف بھی یہی ہے کہ اس طرح کاروبار کی کل آمدنی باپ کی ملکیت شمار ہوتی ہے اور اولاد محض معاون ومددگار ہوتی ہے، لہٰذا مذکورہ صورت میں کاروبار کی کل آمدنی باپ کی ملکیت ہوگی، اور اس کے انتقال کے بعد معاونت کرنے والے لڑکوں کو الگ سے کچھ نہیں ملے گا، بلکہ دوسرے بیٹوں کے ساتھ ان کو میراث میں مساوی طور پر حصہ ملے گا، (یعنی سب لڑکوں کو برابر حصہ ملے گا)۔

بزنس میں شریک بعض بیٹے زیرِ کفالت نہ ہوں

اگر بیٹے باپ کی کفالت میں نہ ہوں، یعنی باپ ان کی جملہ ضروریات کے اخراجات برداشت نہ کرتا ہو، تو ایسی صورت میں اگر متعین اجرت سے کام کرنا طے ہوا ہو تو لڑکے اسی اجرت کے حقدار ہوں گے، تاہم اگر اس صورت میں اجرت طے نہ ہوئی ہو تو جہالت کی وجہ سے یہ اجارہ فاسدہ ہوگا، جس کا حکم یہ ہے کہ کل سرمایہ بمع نفع باپ کا ہوگا اور بیٹے اجرتِ مثل کے مستحق ہوں گے۔ خیال رہے کہ ان دو صورتوں میں اولاد کی حیثیت ملازم کی ہوگی، اور اگر اُجرت کے متعلق بالکل بھی وضاحت نہ ہوئی ہو تو ایسے میں بیٹوں کا یہ عمل تبرع اور احسان کے زمرے میں آئے گا اور وہ اجرت کے حقدار نہیں ہوں گے، کیوں کہ اُجرت کا استحقاق عقدِ اجارہ سے ثابت ہوتا ہے، جبکہ یہاں کوئی عقد نہیں ہوا ہے، لہٰذا اس صورت میں بیٹوں کی حیثیت محض معاون اور متبرع کی ہوگی، کل مال باپ کی ملکیت شمار ہوگی۔ علامہ شامیؒ لکھتے ہیں:

’’الأب وابنهٗ يكتسبان في صنعة واحدة ولم يكن لهما شيء فالكسب كلهٗ للأب إن كان الابن في عياله لكونه معينا لهٗ، ألا ترى لو غرس شجرة تكون للأب.‘‘ (رد المحتار، فصل فی الشرکۃ، مطلب: اجتمعا فی دار واحدۃ واکتسبا ولا یعلم التفاوت: ۶/ ۴۹۷)

اولاد نے مشترکہ کاروبار میں کچھ سرمایہ بھی لگایا ہو

اگر یہی صورت ہو، لیکن بیٹوں نے کاروبار میں شریک ہوتے وقت اپنا کچھ سرمایہ بھی والد کی اجازت سے کاروبار میں لگایا ہو، تو اس صورت میں اگر شرکت کی غرض سے سرمایہ لگایا گیا ہو، تو بیٹوں کی حیثیت شریک اور پارٹنر کی ہوگی اور بیٹے اپنے سرمائے کے تناسب سے کاروبار اور اس کے منافع میں شریک ہوں گے۔ اگر سرمایہ قرض کہہ کر دیا ہے تو قرض شمار ہوگا، البتہ اگر زبانی طور پر شرکت یا قرض وغیرہ کی کوئی صراحت نہیں، مگر لڑکے کا مقصود سرمایہ لگانے سے والد کی اعانت اور اس کے ساتھ حسنِ سلوک ہے تو پھر یہ اس کی طرف سے تبرُّع ہے، کل کاروبار والد کا شمار ہوگا۔ تاہم اگر مذکورہ صورتوں میں سے کوئی بھی صورت نہیں ہے، یعنی نہ کوئی صراحت ہے اور نہ ہی مقصد اعانت ہے تو پھر حسبِ عرف فیصلہ کیا جائے:

’’فإذا خلطا المالين على وجه لا يمكن تمييز أحدهما عن الآخر؛ فقد ثبتت الشركة في الملك؛ فينبني عليه شركة العقد.‘‘ (المبسوط، کتاب الشرکۃ: ۱۱/ ۱۵۲)

’’يقع كثيرا في الفلاحين ونحوهم أن أحدهم يموت فتقوم أولادهٗ على تركته بلا قسمة و يعملون فيها من حرث وزراعة و بيع وشراء واستدانة ونحو ذٰلك، وتارة يكون كبيرهم هو الذي يتولى مهماتهم و يعملون عندهٗ بأمره وكل ذٰلك على وجه

الإطلاق والتفويض، لكن بلا تصريح بلفظ المفاوضة ولابيان جميع مقتضياتها مع كون التركة أغلبها أو كلها عروض لا تصح فيها شركة العقد، ولا شك أن هٰذه ليست شركة مفاوضة، خلافا لما أفتى بهٖ في زماننا من لا خبرة لهٗ، بل هي شركة ملك كما حررتهٗ في تنقيح الحامدية.

ثم رأيت التصريح بهٖ بعينهٖ في فتاوى الحانوتي، فإذا كان سعيهم واحدا ولم يتميز ما حصلهٗ كل واحد منهم بعملهٖ يكون ما جمعوه مشتركا بينهم بالسوية وإن اختلفوا في العمل والرأي كثرة وصوابا كما أفتى بهٖ في الخيرية.‘‘

(رد المحتار: ٤٧٢/ ٦، كتاب الشركة، مطلب : فيما يقع كثيرا فی الفلاحين)

’’وأما حكم القرض فهو ثبوت الملك للمستقرض في المقرض للحال، وثبوت مثلهٖ في ذمة المستقرض للمقرض للحال، وهٰذا جواب ظاهر الرواية.‘‘

(البدائع، فصل في حكم القرض: ٣٩٦/ ٧)

مشترک فیملی میں بعض بھائیوں نے کسبِ معاش کے دوسرے ذرائع اختیار کیے اور بعض نے والد کا ہاتھ بٹایا

۲- دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اگر ایک بھائی یا کچھ بھائیوں نے کاروبار میں والد کا ہاتھ بٹایا ہے، جبکہ دوسرے دیگر بھائیوں نے کسبِ معاش کے دوسرے ذرائع اختیار کیے ہیں اور آپس میں ابھی تک تقسیم نہیں ہوئی ہے، اس صورت میں اگر سب کا کھانا پینا ایک ساتھ ہو اور تمام بھائی کمائی والد کے پاس جمع کرتے ہوں تو کل مال باپ کی ملکیت شمار ہوگا۔ والد کے انتقال کے بعد تمام لڑکے اس مال کے حق دار ہوں گے۔

یہاں اس بات کی وضاحت ضروری سمجھتا ہوں کہ اگر بیٹے باپ کے عیال میں ہیں اور آپس میں تقسیم نہیں ہوئی ہے، تو خواہ سب ایک ہی کاروبار میں مشغول ہوں یا مختلف قسم کے کاروبار میں مشغول ہوں، یعنی ایک کا کاروبار دوسرے کے کاروبار سے مختلف ہو، مثلاً: ایک سبزی کے کاروبار میں لگا ہو اور دوسرا مارکیٹ میں فرنیچر کے کاروبار میں مشغول ہو، بہرصورت تمام مال کا مالک باپ ہوگا، اس لیے کہ ہمارے عرف میں سب بھائیوں کو ایک مشترک فیملی کا فرد سمجھا جاتا ہے، ان کو علیحدہ تصور نہیں کیا جاتا۔ رہیں فقہاء کرامؒ کی وہ عبارتیں جن میں لڑکے کے معاون ہونے کے لیے اتحادِ صنعت کی صراحت ہے، تو اس سلسلے میں عرض یہ ہے کہ بظاہر اتحادِ صنعت کی وضاحت فقہائے کرام نے اپنے زمانے کے عرف کے اعتبار سے کی ہے، لہٰذا وہ اپنے زمانے کے عرف پر مبنی ہیں۔

آج کل صورت حال یہ ہے کہ بعض اوقات اولاد کو دوسرے ذرائعِ معاش اختیار کرنے کا مشورہ

باپ دیتا ہے، اس سلسلے میں وہ اپنا مالی تعاون بھی کرتا ہے اور اپنے اثر ورسوخ کا استعمال بھی، اس کے نفع و نقصان کی فکر بھی کرتا ہے، اور سمجھتا ہے کہ میرے مختلف بیٹے مختلف ذرائع سے میرے معاون ہیں، بلکہ بسا اوقات معاشی پریشانی کی وجہ سے باپ اپنے بعض لڑکوں کو دوسرے ملک بھیجتے ہیں، اور اس کے لیے لمبا چوڑا خرچہ برداشت کرتا ہے، اس کی ذمہ داری قبول کرلیتا ہے، کھانا سب مشترک ہی رہتا ہے، ایسی صورت میں لڑکوں کی دوسرے ممالک کی کمائی پوری باپ کی ملک ہوگی، ایسے لڑکے باپ کے معاون شمار ہوں گے، وہ اپنی کمائی کے تنہا مالک نہ ہوں گے، البتہ اس صورت میں اگر کوئی لڑکا اپنا کھانا پینا الگ کردے اور باقاعدہ الگ ہونے کا والد سے اظہار کردے، تو اس کے بعد وہ الگ شمار ہوگا اور اپنی کمائی کا وہ خود مالک ہوگا، لہٰذا آج کل کے عرف میں لڑکے کے معاون ہونے کے لیے اتحادِ صنعت کی شرط قابلِ نظر ہے۔

الگ ذرائع معاش اختیار کرنے والوں کی کمائی کا حکم

اگر الگ ذرائع معاش اختیار کرنے والے بھائیوں کا رہنا سہنا اور کھانا پینا الگ ہوا اور انہوں نے اپنا سرمایہ علاحدہ جمع کر رکھا ہو تو پھر وہ کمائی ان کی ذاتی ملکیت ہوگی، دوسرے بھائی اس میں شریک نہ ہوں گے:

’’زوج بنيه الخمسة في داره و كلهم في عياله واختلفوا في المتاع فهو للأب ، و للبنين الثياب التي عليهم لا غير .‘‘ (رد المحتار، فصل فى الشركة الفاسدة: ۳۹۲/ ٤)

’’الأب وابنهٗ يكتسبان في صنعة واحدة ولم يكن لهما شيء فالكسب كلهٗ للأب إن كان الابن في عياله لكونه معينا لهٗ، ألا ترى لو غرس شجرة تكون للأب .‘‘

(رد المحتار، فصل فى الشركة، مطلب: اجتمعا فى دار واحد واكتسبا ولا يعلم التفاوت: ٤٩٧/ ٦)

’’أب وابن يكتسبان فى صنعة واحدة ولم يكن لهما شيئ فالكسب كلهٗ للأب إن كان الابن فى عياله لكونه معينا له، ألا ترى أنهٗ لو غرس شجرة تكون للأب.‘‘

(الهندية،الباب الرابع: في شركة الوجوه وشركة الأعمال: ۳۳۲/ ۲، مكتبة دار الفكر)

’’فإذا كان الأب مزارعا والابن صانع أحذية فكسب الأب من الزراعة والابن من صناعة الحذاء ، فكسب كل واحد منهما لنفسه و ليس للأب المداخلة في كسب ابنه لكونه في عياله .‘‘ (درر الحكام، ٤٤٥/ ۳، مادة:١٣٩٨)

کاروبار ختم ہونے کے بعد اولاد میں سے کسی نے اپنے سرمایہ سے دوبارہ کاروبار شروع کیا

اس سلسلے میں ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ اگر کسی وجہ سے والد کا کاروبار ختم ہوگیا، لیکن کاروبار کی جگہ خواہ مملوکہ ہو یا کرایہ پر حاصل کی گئی ہو، موجود ہو، اولاد میں سے کسی نے اپنا سرمایہ لگا کر اسی نام سے دوبارہ

کاروبارشروع کیا،اس صورت میں جس لڑکے نے سرمایہ لگا کر کاروبارشروع کیاہے، یہ کاروباراسی کی ملکیت شمارہوگی، والداوردیگر بھائیوں کی ملکیت شمارنہیں ہوگی، البتہ وہ مملوکہ جگہ والد کی ہوگی۔ یا اگر دوکان کرایہ پر تھی اوراس سلسلے میں کچھ رقم پیشگی والد کوادا کردی تھی تو وہ رقم بھی والد کی ملکیت شمار ہوگی، اورتمام بھائی والد کے بعداس میں شریک ہوں گے:

’’عن عائشةؓ قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ’’الخراج بالضمان.‘‘ (سنن أبي داؤد: باب فيمن اشترى عبدا فاستعمله:٣٦٨/ ٥)

’’لا يستحق الربح إلا بإحدى ثلاث: بمال، أو عمل، أو تقبل.‘‘ (الدر المختار مطلب شركة الوجوه:٣٢٤/ ٤)

’’اعلم أن أسباب الملك ثلاثة: ناقل كبيع وهبة وخلافة كإرث وأصالة، وهو الاستيلاء حقيقة بوضع اليد أو حكما بالتهيئة كنصب الصيد لا لجفاف على المباح الخالي عن مالك.‘‘ (الدر المختار :كتاب الصيد: ٤٦٣/ ٦)

’’وما اشتراه أحدهم لنفسهٖ يكون لهٗ و يضمن حصة شركائهٖ من ثمنهٖ إذا دفعهٗ من المال المشترك.‘‘ (رد المحتار،كتاب الشركة: ٣٠٧/ ٤)

ائمہ، خطباء اور علماء کرام سے گزارش

ائمہ، خطباء اور علماء کرام سے اپیل کی جاتی ہے کہ وہ اپنے اپنے علاقوں اور حلقوں میں معاملات کی صفائی کے سلسلے میں لوگوں کی ذہن سازی کریں۔ شرکت اور میراث کے متعلق جوشرعی احکام ہیں، ان سے ان کوآگاہ کریں۔ خاص طور پر والدین، اولاد اور بھائیوں کے درمیان کاروبار اور شرکت کے بنیادی مسائل سے واقف کرائیں۔

..... ❁ ..... ❁ ..... ❁ .....